سال کی آمد اور استقبال کی تیاریوں میں مگن تھے۔

تاثرات

میکس پلانک فاؤنڈیشن کے بعد میرا کسی غیر ملکی ادارے کے ساتھ سفر اور تعلیمی دورے کا یہ دوسرا تجربہ تھا۔ دونوں میں جو چیز مجھے زیادہ عجیب لگی، وہ ان لوگوں کے ہاں وقت کی پابندی ہے۔ ان لوگوں کے لیے سب سے بیش قیمت چیز وقت ہے۔ ایک ایک لمحہ سوچ سوچ کر خرچ کرتے ہیں اور مقررہ وقت پر نہ صرف یہ کہ خود موجود رہتے ہیں بلکہ سب دوستوں کو نہایت خوش اخلاقی اور محبت سے بلا بلا کر نظام الاوقات کا پورا پورا خیال رکھنے کا پابند بناتے ہیں۔

دوسرا خاص پہلو، اس کورس کے دوران سلیبس کی ترتیب وتدوین، تدریسی انداز، اور عمل تعلم کو آسان سے آسان تر بنانے کے لیے اختیار کردہ حکمت عملی ہے۔ یہ شاید اس کورس کی خصوصیت کے بجائے پورے مغرب کی روایت ہو۔ اولاً کسی بھی موضوع سے متعلق نہایت اہم سوالات کا تعین ہوتا ہے۔ پھر ان سولات کے جوابات کے لیے کسی ایک کتاب یا ایک مصنف کو ہمیشہ پڑھتے رہنے کے بجائے نہایت مستند تحریروں کا انتخاب ہوتا ہے۔ ان منتخبات کو سمجھنے کے لیے الگ کلاس رکھی جاتی ہے، پھر استاد کے ساتھ پڑھنے اور تنقیدی جائزہ لینے اور اپنے سوالات پیش کرنے کے لیے الگ سیشن ہوتا ہے، اس کے بعد مزید غور وفکر کے لیے طلبہ کے آپس میں مل بیٹھنے اور مذاکرے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ان تمام مراحل میں بالکل بھی متوجہ نہ رہنے والے کے دماغ کے ساتھ کچھ نہ کچھ ضرور چپک جاتا ہے۔ اس کے علاوہ پڑھانے کے انداز میں مسلسل تقریر اور محض لکھوانے کے بجائے مکالمہ اور طالب علم کو بولنے اور سوال پوچھنے کا موقع دینے کا اسلوب کافی مؤثر محسوس ہوتا ہے۔ تدریس کا یہ انداز اب رفتہ رفتہ پاکستان کی عصری جامعات میں بھی فروغ پا رہا ہے۔

حمد بن خلیفہ یونیورسٹی اور قطر کی نیشنل لائبریری کے ماحول سے اندازہ ہوا کہ قطر کے حکمران خاندان کے لیے عوام کو خوش رکھنا اور انھیں ہر طرح کی سہولت فراہم کرنا اولین ترجیح ہے، اسی لیے ہمیں بھی ہر جگہ عوام کے اندر اپنے حکمرانوں سے محبت کے اظہار کے مختلف انداز ملے۔ کاش پاکستان میں بھی حکمرانوں اور عوام کے درمیان ایسا ہی باہمی محبت کا رشتہ اور اس کے مثبت ثمرات دیکھنے کو ملیں۔

تعارف وتبصرہ

ڈاکٹر عرفان شہزاد *

''نماز کے اختلافات اور ان کا آسان حل''

ڈاکٹر محی الدین غازی انڈیا سے تعلق رکھنے والے، دینی علوم کے ماہر اور متوازن فکر کی حامل شخصیت ہیں۔ ڈاکٹر صاحب وحدتِ امت کے ایک متحرک داعی ہیں۔

غازی صاحب کی کتاب "نماز کے اختلافات اور ان کا آسان حل"، ایک نہایت ہی اہم موضوع پر ایک چشم کشا کتاب ہے جس سے دین کے اندر علم کا ایک پورا پیراڈائم بدل جاتا ہے۔ پیش لفظ میں غازی صاحب لکھتے ہیں:

"راقم کے علم کی حد تک اس موضوع پر ایک مکمل کتاب کی صورت میں یہ ایک منفرد کوشش ہے۔"

غازی صاحب نے ایک نہایت اہم علمی حقیقت کی طرف رہنمائی کی ہے جو بوجوہ امت کے ذہن سے اوجھل ہو گئی، تاہم اس کا ادراک کسی نہ کسی درجے میں بڑے علمائے محققین کے ہاں مل جاتا ہے۔ انھوں نے اس حقیقت کی طرف متوجہ کیا ہے کہ دین اس امت کو تواترِ عملی کی صورت میں منتقل ہوا ہے، جس میں اہم ترین عمل نماز ہے۔ جو عمل تواتر سے امت کو منتقل ہوا ہو، اس میں کسی قسم کے شک وشبہ اور اختلاف کی گنجایش نہیں ہو سکتی۔

اس کی وضاحت میں غازی صاحب لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوری امت نے نماز کا طریقہ سیکھ کر آگے پوری امت کو منتقل کیا، یہ سلسلہ بغیر کسی انقطاع کے مسلسل ہم تک چلا آتا ہے، اس لیے نماز میں کسی اختلاف کا کوئی سوال اٹھنا ہی نہیں چاہیے۔ نماز ایسا عمل تھا جو روزانہ دن میں پانچ بار ادا کیا جاتا تھا، اور آپ نے اسے مسلسل کئی برس صحابہ کی معیت میں کھلے عام کر کے دکھایا تھا۔ یہ نہایت آسان عمل تھا، اس کو یاد کر لینا اور دوسروں کو منتقل کرنا نہایت سہل ہے۔ آج کے گئے گزرے دور میں بھی ہر مسلم گھرانہ اہتمام کے ساتھ اپنے بچوں کو نماز سکھاتا ہے تو کیا کسی دور میں اس کے اہتمام میں کسی کوتاہی کا تصور بھی کیا جا سکتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک لاکھ سے زائد صحابہ نے نماز سیکھی، اور اسے اپنی اولاد اور انھوں نے اپنی اولاد کو سکھایا اور یہ سلسلہ مسلسل جاری رہا ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز اپنی تمام کیفیات اور تنوع کے ساتھ پوری امت میں تواتر کے ساتھ رائج ہوئی ہے۔ نماز کے وہ تمام طریقے جو تواترِ عملی کی صورت میں امت میں رائج ہیں، وہ درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی زندہ سنتیں ہیں اور ان میں سے کسی بھی طریقے کو خلافِ سنت قرار دینا تواترِ عملی سے تغافل اور سراسر غلط رویہ ہے۔

ای میل: irfanshehzd76@gmail.com

رہی یہ بات کہ نماز کے طریقوں میں اختلاف کیوں ہے، تو حقیقت اس کی یہ ہے کہ نماز کے کچھ اعمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ایک طرح ادا فرماتے تھے۔ ان اعمال میں پوری امت کا ہمیشہ اجماع رہا ہے کہ وہ ایسے ہی ہیں اور ان میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں، جیسے ایک رکعت میں رکوع ایک اور سجدے دو ہیں، فجر کی نماز دو رکعات اور مغرب کی تین رکعات ہیں وغیرہ، لیکن نماز کے بعض اعمال میں آپ نے تنوع اور گنجایش رکھی تھی، آپ انھیں ہمیشہ ایک ہی انداز سے ادا نہیں کرتے تھے۔ مثلاً قیام میں ہاتھ باندھنے کی جگہ، تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین، جلسہ استراحت، قنوت کا وقت اور طریقہ وغیرہ۔ ان میں آپ نے امت کو کسی ایک چیز کا پابند نہیں کیا تھا۔ چنانچہ صحابہ تنوع کے اس دائرے میں اپنے اپنے ذوق کے مطابق کوئی ایک یا زائد طریقے اختیار کر لیتے تھے۔ صحابہ کے اپنائے ہوئے یہ مختلف طریقے مختلف علاقوں میں، جہاں جہاں وہ گئے، لوگوں میں پھیل گئے۔ یعنی یہ طریقے ان میں تواترِ عملی کے ذریعے سے رائج ہو گئے۔ پھر لوگ اپنے ہاں رائج نماز کے طریقوں سے مانوس ہو گئے اور دوسرے تنوعات کو اجنبی نظر سے دیکھنے لگے۔ پھر جب تدوین فقہ کا دور آیا تو فقہاء نے اپنے اپنے علاقوں میں رائج طریقوں کو اپنی فقہی کتب میں مدون کر دیا۔ پھر یوں ہوا کہ تواتر عملی سے حاصل ہونے والی نماز کو فقہا کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ نماز حنفی، مالکی، شافعی کہلانے لگی، اور یہ تاثر قائم ہوتا چلا گیا کہ گویا نماز کا طریقہ ان کے ائمہ نے طے کر کے دیا تھا، حالانکہ لوگوں نے نماز فقہا سے نہیں سیکھی تھی، بلکہ فقہا نے اپنے دور کے لوگوں سے سیکھی تھی۔ انھوں نے تو بس ایک تواتر عملی کو اپنی کتب میں درج کیا تھا۔ ان کے بعد کے لوگ پھر یہ اصرار بھی کرنے لگے کہ ان کی نماز کا طریقہ ہی افضل اور مطابق سنت ہے۔ کچھ حضرات مزید آگے بڑھے اور دوسروں کے طریقہ ہائے نماز میں پائے جانے والے اختلاف کو باطل اور خلافِ سنت بھی قرار دینے لگے۔ یوں وحدت امت اور دینی ہم آہنگی کی ضامن نماز فرقہ واریت کی نذر ہو گئی۔

تواتر عملی کی اس زبردست دلیل کے سامنے نماز سے متعلق ہر اختلاف بے وقعت ٹھیرتا ہے۔ مگر افسوس کہ اس واضح اور ناقابل تردید دلیل کی طرف عموماً توجہ نہیں دی گئی۔ شروع کے دور میں امام مالک نے تواتر عملی کو بہت نمایاں کیا۔ انھوں نے عمل مدینہ پر اپنے مسلک کی بنیاد رکھی، لیکن بعد کے مالکی فقہا بھی یہ نظر انداز کر گئے کہ نماز سے متعلق یہ تواتر عمل پوری امت کو منتقل ہوا ہے نہ کہ صرف اہلِ مدینہ کو، اس لیے ایسے معاملات میں ان کی طرف سے دوسرے طریقہ ہائے نماز پر طعن بے اصل تھا۔ اذان اور اقامت کے کلمات میں تکرار کے اختلاف کی نوعیت بھی یہی تھی کہ یہ اصل میں تنوع کے اختلاف تھے، کوئی بھی طریقہ اپنایا جا سکتا ہے۔ مگر یہ بھی ہر گروہ کے مسلک کی پہچان بن جانے کے بعد بلا وجہ محل اختلاف بن گئے۔

غازی صاحب نے نماز کے ہر ہر عمل پر فقہا کے اختلافات نقل کر کے ان کے ہاں کے معتدل اور معروف فقہا کے اقوال بھی نقل کیے ہیں جن کے ہاں تواتر عملی کی اہمیت کسی نہ کسی درجے میں پائی جاتی تھی اور وہ اپنے مسلک کے عمومی رجحان کے برعکس تواتر عملی کی بنیاد پر اختلاف کو گنجایش دینے کی بات کرتے ہیں۔ بہرحال غازی صاحب کا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے تواتر عملی کی دلیل کو بہت خوبی سے نمایاں کیا ہے۔

اس امت کی فقہی روایت کی تاریخ میں یہ ہوا کہ نماز کے اختلافات کو حل کرنے کے لیے تواترِ عملی کی ناقابل تردید دلیل کو پیش نظر رکھنے کی بجائے، ہر گروہ اپنی اپنی نمازوں کے مختلف طریقوں کے ثبوت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب روایات سے استشہاد کرنے لگا۔ ایک گروہ نے یہ دعویٰ کیا کہ اس کے پاس اپنے طریقے کے ثبوت میں احادیث دوسرے سے زیادہ ہیں، تو دوسرے نے یہ دعویٰ کر دیا کہ اس کے پاس دوسرے گروہ کے طریقہ نماز کی منسوخی کی روایات موجود ہیں۔

محی الدین غازی صاحب نے یہ توجہ دلائی ہے کہ نماز کے سلسلے میں وارد ہونے والی روایات سے نماز نہیں سیکھی گئی، نماز تو امت نے ہر دور میں اپنے بڑوں کے عمل سے سیکھی ہے۔ ان روایات اور آثار میں البتہ نماز کے ان طریقوں میں سے بعض یا اکثر اعمال کا تذکرہ بھی آ گیا ہے، لیکن نماز کا انحصار روایات پر نہیں، عمل تواتر پر ہے۔

غازی صاحب نے اس اہم نکتے کی طرف اشارہ کیا کہ نماز کے بارے میں روایات پر انحصار کرنا یوں بھی غلط ہے کہ نماز کے بعض متفقہ اعمال کے بارے میں کوئی مستند روایت موجود نہیں۔ اس کے باوجود امت کو ان کا نماز کا حصہ ہونے پر کبھی کوئی شبہ نہیں ہوا۔ مثلاً خواتین کی نماز کا انداز مردوں کی نماز سے مختلف ہے، اس بارے میں روایات میں مرد وعورت کی نماز کے اس اختلاف کی تفصیل موجود نہیں، لیکن امت ہمیشہ سے متفق رہی ہے کہ خواتین کی نماز کا انداز مردوں کی نماز سے مختلف ہے۔ اسی طرح رکوع وسجدے کی تسبیحات، تشہد اور درود کا بلا آواز پڑھنا، اسی طرح جہری نمازوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں بنا آواز قراءت کے اجماعی عمل کے پیچھے کوئی مضبوط اور قابل اطمینان روایات موجود نہیں ہیں، لیکن ساری امت کا ان اعمال پر اتفاق ہے۔ یہ کہنا کہ کسی فقیہ کو کچھ روایات نہیں پہنچی تھیں، اس لیے انھوں نے مسائل میں اختلاف کیا تو یہ بات کبھی کبھار پیش آنے والے مسائل کے بارے میں تو کہی جا سکتی ہے لیکن نماز جیسے متواتر عمل کے بارے میں کہنا غلط ہے۔

ایک اور اہم نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے غازی صاحب نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری نماز امت کو سکھائی ہے، اس میں یہ نہیں بتایا کہ اس میں کیا فرض ہے، کیا واجب اور کیا سنت۔ یہ تعیین فقہا نے کی جس میں اختلافات ہو گئے۔ یعنی، نماز کے وہ اعمال بھی جو سب کے نزدیک نماز کا حصہ تھے، ان کی حیثیت کہ وہ فرض، واجب یا سنت ہیں، اس تعیین میں فقہی اختلاف ہو گیا، جیسے قیام میں امام کے پیچھے مقتدی کو فاتحہ پڑھنی چاہیے یا خاموش رہنا چاہیے۔ اس میں بعض فقہاء کی طرف سے تشدد برتا گیا اور فاتحہ پڑھنے یا نہ پڑھنے کی بنا پر ایک دوسرے کی نماز کو باطل تک قرار دے دیا گیا، حالانکہ اس کا حل یہ تھا کہ یہ کہا جاتا کہ اس بارے میں تواترِ عمل موجود ہی نہیں، جس کی بنیاد پر حق وباطل کا فیصلہ ہوتا۔ اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ یہ بھی تنوع کا مسئلہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو کسی ایک طریقہ کا پابند نہیں کیا تھا، چنانچہ مقتدی اپنے مزاج ومذاق کے اعتبار سے کوئی بھی طریقہ اختیار کر سکتا ہے۔

اس بے جا تشدد نے امت کو تقسیم کر رکھا ہے۔ کرنے کا کام یہ ہے کہ نماز کی کیفیت پر توجہ دی جائے جو بندے کو خدا سے اور فرد کو فرد سے جوڑنے کا ذریعہ ہے، نہ کہ نماز کے فقہی اختلافات کو ہوا دی جائے، جن کا کوئی شرعی جواز نہیں ہے۔